مولانا عبدالمجید سالک

ہنگامۂ تکفیرِ مُسلمین

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ کہ دُنیا میں دینِ اسلام اور ملّتِ اسلامی کی بقا صرف اتحاد اور اُخوت پر منحصر ہے۔ جس زمانے میں مُسلمان ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے تھے۔ اور اسلام کے مقدس مقاصد کی تکمیل میں متحد رہتے تھے۔ وہی زمانہ اسلام کا عہدِ زرّیں تھا۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا منشا بھی اسی زمانے میں پورا ہوا۔ جو مُسلمانوں کو "بُنیانِ مرصوص" دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن جب مُسلمان ذاتی اغراض کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ اور اسلام جیسے سادہ اور آسان دین میں موشگافیاں ہونے لگیں۔ جن کا مقصود ہمیشہ اپنے مدِمقابل کو نیچا دکھانا ہی ہوتا تھا۔ تو ایسے عُلما پیدا ہونے لگے جنھوں نے اخوتِ اسلامی اور اتحادِ ملّی کو بالائے طاق رکھ کر تکفیر کی تیغ بے پناہ بے نیام کر لی۔ اور پھر ان کی ضربوں سے کوئی مسلمان محفوظ نہ رہا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی عظمت وجلالت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن علما نے ان کو کافر۔ زندیق اور بدعتی قرار دے کر نہ صرف زندان میں محبوس کرایا۔ بلکہ زہر دلا کر نذرِ اجل کر دیا۔ حضرت امام شافعیؒ کو "اضر من ابلیس" قرار دیا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ حضرت امام مالکؒ کو کافر اور بدعتی قرار دے کر شہر بھر میں ان کی تذلیل و تشہیر کرائی۔ قید خانے میں بھجوایا۔ جہاں ان پر اس قدر تشدّد کیا گیا۔ کہ ان کے ہاتھ بازوؤں سے اُکھڑ گئے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو طمانچے لگوائے۔ کوڑوں سے پٹوایا۔ پھر پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈلوا کر ملک بدر کرایا۔ حضرت امام بخاریؒ کو بخارا و سمرقند سے نکلوایا۔ یہاں تک کہ امام ممدوح نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ کہ الٰہی دُنیا اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی ہے۔ اس لئے تو مجھے اپنے پاس بُلا لے۔

پھر اکابرِ صُوفیہ و اولیا مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی غوث اعظمؒ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ۔ حضرت ذوالنّون مصری۔ حضرت ابوبکر شبلی۔ حضرت معین الدین چشتیؒ۔ حضرت داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ اور دُوسرے بے شمار بزرگوں کو بھی فتوائے تکفیر کی شمشیرِ بے نیام نے نہ چھوڑا۔

ایک زمانہ تھا کہ جب مکفّر علما کو سلاطین و اُمرا کی بارگاہوں میں بہت بڑا اثر و نفوذ حاصل تھا۔ اور ان کے فتاوے کے ماتحت بعض اکابرِ علما اور سلاطینِ اسلام عذاب اور قتل کے تختۂ مشق بنائے جاتے تھے۔ خُدا کا شکر ہے کہ زمانۂ حال میں وہ صورت نہیں رہی۔ ورنہ متاخرین میں سے بھی کوئی قابلِ ذکر ہستی اپنی جان سلامت نہ لے جاتی۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ۔ حضرت سید احمد بریلوی۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید کے خلاف کفر وارتداد کے فتوے دیئے گئے۔ جن میں یہاں تک لکھ دیا گیا۔ کہ "جو ان کے کافر و مرتد ہونے میں شبہ کرے وہ بھی کافر ہے"۔ (دیکھو نجال بر لشکر دجال صفحہ ۱۲۰)۔

اس کے بعد انگریزی زمانے میں سرسید احمد خان کے خلاف صدہا علما نے کفر کے فتوے صادر کئے۔ ایک فتوے کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:۔

"اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے علاقہ و رابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں، اصل میں یہ شاگرد مولوی نذیر حسین وہابی دہلوی غیر مقلد کا ہے۔ یہ شخص بہ سبب تکذیب آیاتِ قرآنی کے مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوا۔ اور مرتد ہوا۔ ایسا مرتد کہ بلا قبول اسلام اسلامی عملداری میں جزیہ دے کر بھی نہیں رہ سکتا۔ مگر اہلِ کتاب اور اہلِ ہنود وغیرہ جزیہ دے کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں۔ گویا یہ سخت کافر و مرتد ہوا"۔ (انتظام المساجد مولوی محمد لدھیانوی صفحہ ۱۳ و ۱۵)

یہاں تک کہ ہندوستان کے علماء نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے بھی سید احمد خان کے خلاف فتوے منگائے۔ چنانچہ مکہ معظمہ سے چاروں مذاہب اہل سنت کے مفتیوں نے جو فتوے دیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے :۔

"یہ شخص (سرسید) ضال و مُضل ہے، بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے۔ اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے۔ ضرب و حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیئے"۔

مدینہ منورہ کے علما کا فتوے یہ ہے۔ کہ :۔

"جو کچھ در مختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو قتل نہ کیا جائے۔ ورنہ اس کا قتل واجب ہے"۔

علی گڑھ کالج کے خلاف حرمین شریفین کے مفتیوں کا فتوے یہ ہے :۔

"یہ مدرسہ جس کو خدا برباد کرے۔ اور اس کے بانی کو خدا ہلاک کرے۔ اس کی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے، تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے"۔ (اقتباسات از حیاتِ جاوید حالی)۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند۔ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا محمود الحسن شیخ الہند اور مولانا اشرف علی تھانوی کے متعلق علمائے بریلی کے سردار اور امام مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایک فتوے مرتب کیا۔ جس پر تین سو مفتیوں کے دستخط ثبت ہیں۔ اس فتوے میں درج ہے۔ کہ یہ تمام لوگ (بزرگانِ دیوبند) اور ان کے متبع بہ اجماع اہلِ اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ (حسام الحرمین صفحہ ۱۰۰) علمائے بریلی نے تمام علمائے دیوبند کے متعلق نام بہ نام یہ فتوے دیا ہے :۔

"یہ قطعاً مرتد اور کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد و کفر سخت سخت اشد درجے تک پہنچ چکا ہے، ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے۔ وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل مجتنب و محترز رہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ہی کیا۔ اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھائیں۔ نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ نہ ان کو اپنے ہاں آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں۔ جو ان کو کافر نہ کہے گا۔ وہ خود کافر ہو جائیگا۔ اور اس کی عورت اس کے

عقد سے باہر ہو جائیگی۔ اور جو اولاد ہو گی حرامی ہو گی۔ ازروئے شریعت ترکہ نہ پائیگی۔" (پوسٹر علمائے بریلی)۔

ان کے علاوہ زمانۂ حال میں مولانا محمد علی۔ مولانا شوکت علی، مولانا ابو الکلام آزاد۔ مولانا عبد الماجد دریا بادی۔ مولانا ظفر علی خان۔ علامہ اقبالؒ اور بے شمار دوسرے اعاظم رجال فتوئے تکفیر کا نشانہ بنائے گئے جن کی تفصیل کو بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

خُدا کی قدرت ہے۔ تکفیر کے مشغلے سے کسی فرقے کے علما بھی بچ نہیں سکے۔ اور مسلمان کا کوئی فرقہ ایسا نہیں جس کے خلاف دُوسرے فرقوں کے علمانے کفر کا فتوئے نہ دیا ہو۔ مثلاً :-

شیعہ علما نے (حدیقہ شہدا صفحہ ۶۵) فتوئے دیا ہے کہ :-

"فرقہ اثنا عشریہ امامیہ کے سوا کوئی ناجی نہیں۔ خواہ مارا جائے۔ خواہ اپنی موت مرے۔"

شیعہ حضرت صدیقؓ کی خلافت کے منکر ہیں، اور فقہ کی کتب میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص حضرت صدیقؓ کی خلافت سے انکار کرے اس نے اجماع کا انکار کیا۔ اور کافر ہو گیا۔ اور کافر کے لئے حکم جاری ہے کہ وُہ واجب القتل ہے۔ (ردّ تبرا صفحہ ۳۰)

تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا (یعنی وہابی) شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔ (انتظام المساجد باخراج اہل الفتن)۔

علما اور مفتیان پر لازم ہے، کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے (یعنی یہ فتوئے سنتے ہی) اسکے کفر و ارتداد کا فتوئے دینے میں تردد نہ کریں۔ ورنہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی شامل ہونگے۔ (انتظام المساجد باخراج اہل الفتن صفحہ ۷)

مولانا سید مرتضیٰ دیوبندی کا ایک پورا رسالہ "ردّ التکفیر علی الفحاش الشنظیر" صرف مولوی احمد رضا خان بریلوی کی تکفیر پر مشتمل ہے جس میں مولوی صاحب موصوف اور ان کے تمام مریدین و معتقدین کو کافر قرار دیا ہے۔

استفتا کیا گیا کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہنے والا اور اس کا ورد کرنے والا کیسا ہے؟ جواب ملا :-

جس کا یہ عقیدہ ہے۔ وُہ مشرک ہے۔ جو شخص مجوز اور مفتی ان امور کا ہے۔ وُہ راس المشرکین (یعنی مشرکوں کا سردار) ہے اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اس طرح کا اعتقاد رکھنے والا چاروں مذہبوں میں کافر و مشرک ہے۔ (مجموعہ فتاوے صفحہ ۵۲ مطبع صدیقی لاہور)۔

اسی طرح مولانا احمد رضا خان بریلوی نے "احکام شریعت مصطفوی" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :-

"احکام دین میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ اور مرتدوں میں سب سے زیادہ خبیث تر مرتد رافضی، وہابی قادیانی۔ چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ وہابی قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں۔ اور دیوبندی کتب فقہ کے ماننے میں شریک ہوتے ہیں۔ ان کی اس کلمہ گوئی اور ادعائے اسلام اور افعال و اقوال میں مسلمانوں کی نقل اُتارنے ہی نے ان کو انبث اور اضر اور ہر کافر اصلی یہودی۔ نصرانی۔ بت پرست۔ مجوسی سب سے بدتر کر دیا۔" (احکام شریعت حصہ اوّل صفحہ ۶۹)

"نکاح نام باہمی ایجاب و قبول کا ہے اگرچہ برہمن پڑھا دے۔ چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے۔ جو حرام ہے۔ لہٰذا احتراز لازم ہے۔" (احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۴۴)

وہابی اور دیوبندی کو ابتداءً سلام کرنا حرام اور خندہ پیشانی سے ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید۔ (احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۲۱۴)۔

اس کتاب میں درج ہے کہ جو شخص دیوبندیوں کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اور روزِ قیامت ان کے ساتھ ایک ہی رسی میں باندھا جائیگا۔ وہابی کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا حرام ہے۔ وہابی کے پاس لڑکوں کو پڑھانا حرام۔ عورت کا ذبیحہ جائز۔ یہودی کا ذبیحہ حلال جبکہ نام الٰہی عزوجل کا لے۔ رافضی، تبرائی، وہابی، دیوبندی، وہابی غیر مقلد۔ قادیانی۔ چکڑالوی۔ نیچری ان سب کے ذبیحے محض نجس۔ مُردار۔ حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں۔ اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں۔ وہابی کے کُتے کا شکار بھی حرام ہے۔ ان فرقوں کے لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ (احکام شریعت مصطفوی حصہ اوّل)

ان تمام مذکورہ بالا فتووں کی روشنی میں یہ ظاہر ہو گیا۔ کہ عالم اسلام اور تاریخ اسلام کے اکابر اور ملتِ اسلامی کے تمام فرقے کسی نہ کسی گروہ علماء کے نزدیک کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ شریعت و طریقت کی دنیا میں ایک مسلک اور ایک خانوادہ بھی تکفیر سے محفوظ نہیں۔ حالانکہ وہ لوگ کسی کی تکفیر کے روادار نہیں ہیں:

چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ چشتیہ۔ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔ (ملاحظہ ہو جامع الشواہد صفحہ ۲)۔

اب ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ آیا یہ مشغلِ تکفیر اسلام یا ملت کی کوئی خدمت ہے۔ یا اس کو تباہ و برباد کرنے کا آلہ ہے۔ یہ حقائق جس مسلمان کے سامنے آئیں گے وہ شرم سے زمین میں گڑ جائے گا۔ اور جو غیر مسلم انھیں دیکھے گا۔ وہ اسلام سے سخت متنفر ہو جائیگا۔ کیا یہ دین کی نیکنامی اور ملت کی عزت کا سامان ہے۔ یا کتنی باعثِ رسوائی پیغمبرؐ ہو رہے ہیں؟

اسلام کیا ہے؟ اس میں شک نہیں۔ کہ علما کی اس باہمی تکفیر و تضلیل کے ہنگامے کو دیکھ کر ایک سیدھا سادہ مسلمان پریشان ہو جاتا ہے۔ اور اس کے قلب میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اس ہنگامہ تکفیر کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ اور رسولؐ اور ائمہ دین اس سے کاملاً بری ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمایئے۔ کہ قرآن و حدیث کے رو سے اسلام کیا

ہے۔ اور کفر کس کو کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس بیان کے بعد مسئلہ واضح ہوجائیگا۔ اور سیدھے سادے مسلمانوں کے لئے کسی مغلطہ و تردد کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

اس کا بنیادی اصول کلمۂ توحید ہے۔ جو تمام مسلمانوں کو ایک کر دیتا ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ۔ جو شخص اس امر کا اقرار کرتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ اس کے پیغمبر ہیں۔ وُہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسلام کے بعد ایمان کا درجہ ہے۔ اور قرآن مجید کے نزدیک ایمان یہ ہے۔ کہ اللہ اس کے فرشتوں، پیغمبروں، اس کی کتابوں، حشر نشر مزا جزا کا اقرار کیا جائے۔ حدیث میں اسلام کے ارکان پانچ بیان کئے گئے ہیں۔ شہادت۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔

صفت ایمان مفصل اور ارکانِ اسلام پر عمل کا درجہ تو بعد میں آتا ہے۔ اوّلین چیز توحید و رسالت کا اقرار ہے۔ اور جو شخص یہ اقرار کرتا ہے۔ اسے دُنیا کی کوئی طاقت کافر قرار نہیں دے سکتی۔ بخاری میں حدیث ہے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ ایک شخص نے حضورؐ سے سوال کیا۔ اسلام کیا ہے؟ ارشاد ہوُا، اسلام یہ ہے۔ کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز کو قائم کرو۔ رمضان میں روزہ رکھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ پھر جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کرنے کے بعد حضورؐ کے ان احکام پر عمل کرتا ہے۔ اس کو کون کافر قرار دے سکتا ہے۔

قرآن وحدیث:۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

جو شخص تم کو سلام کہے۔ اس کے متعلق یہ نہ کہو۔ کہ تُو مومن نہیں ہے۔

یعنی اللہ کے نزدیک اس شخص کو کبھی کافر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ جو مسلمانوں کو سلام کرتا ہے۔ اس پر بعض شائقین تکفیر کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی عیسائی یا ہندو ہم کو سلام کہے۔ تو کیا ہم اس کو بھی مسلمان مان لیں؟ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اگر تم اللہ کے بندے ہو۔ اور مسلمان ہو۔ تو تمھیں اللہ کا حکم ماننا ہوگا۔ تمھارا یہ سوال حکمِ خداوندی پر اعتراض کا مرادف ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ "لست مومنًا" کے جملہ کا مطلب یہی ہے۔ کہ کسی مومن کو مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ جس حالت میں وُہ تم کو مومنانہ سلام کہتا ہے، غیر مسلم کا تو اس میں کوئی سوال ہی نہیں۔ مقصود یہ ہے۔ کہ جو شخص مسلمان کہلاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ اخوت کا ظاہری ثبوت (یعنی سلام و کلام) بھی دیتا ہے۔ اس کو کافر کہنا از روئے قرآن ممنوع ہے۔

حدیث ملاحظہ ہو:۔

عن انس بن مالكٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ من صلّى صلوتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذالك المسلم۔ له ذمة الله وذمة رسول الله فلا تخفروا الله في ذمّته

انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ نے۔ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے۔ ہمارے قبلے

کی طرف منہ کرتا ہے۔ اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے۔ تو یہ شخص مُسلم ہے۔ جس کے لئے اللہ کا عہد اور رسولؐ کا عہد ہے پس اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

من کفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب - (طبرانی بروایت ابن عمرؓ)

حضورؐ نے فرمایا۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کی تکفیر کی وُہ خود کفر سے بہت زیادہ قریب ہے۔

ایسی حدیثیں متعدد ہیں۔ جن میں حضورؐ کے قول وعمل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو شخص توحید کا اقرار کرلیتا تھا حضورؐ اسے مُسلمان سمجھتے تھے۔ اور اگر کوئی اعتراض کرتا تھا۔ کہ فلاں شاید دل سے مُسلمان نہ ہُوا ہو۔ تو حضورؐ فرماتے۔ مجھے یہ حکم نہیں ملا کہ مَیں لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھوں۔ اسلام کے لئے اقرار کافی ہے۔

ائمہ اسلام کا رویہ:۔ ہمارے ائمہ کبار نے اہلِ قبلہ کی تکفیر کو ہمیشہ ناواجب ٹھیرایا ہے۔ امام طحاوی نے کیا خوب بات کہی۔ کہ جس اقرار کے بعد کوئی مسلمان ہوتا ہے۔ جب تک اس اقرار سے برگشتہ نہ ہو۔ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ (ردّ المختار حصّہ سوم صفحہ ۳۱)

ساری دُنیا جانتی ہے۔ کہ ایک کافر جس وقت کلمہ پڑھ کر توحید و رسالت کا اقرار کرلیتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور تمام مُسلم اور غیر مسلم اس کو مُسلمان سمجھ لیتے ہیں۔ پھر جب تک وہ اس اقرار کو واپس نہ لے۔ یعنی توحید و رسالت سے منکر نہ ہو جائے۔ اس کو کافر یا غیر مسلم کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔

حاکم نے اپنی کتاب منتقی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے بیان کیا ہے۔ کہ وہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتے اور ابوبکر رازی نے امام کرخی سے بھی یہی روایت کی ہے۔ (شرح مواقف)

اہل السنّت والجماعت کے قواعد میں سے ہے کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے۔ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۲۱)

ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ کے وصال کے بعد مسلمانوں میں کئی امور پر اختلاف ہوا۔ وہ ایک دُوسرے کو گمراہ کہنے لگے۔ اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن اسلام ان سب کو یکجا کر کے اپنے دائرے میں جمع کرتا ہے۔ (مقامات الاسلامیین ابوالحسن اشعری صفحہ ۱ و ۲)۔

مولانا احمد بن المصطفیٰ لکھتے ہیں: کہ حنفیوں۔ شافعیوں۔ مالکیوں۔ حنبلیوں اور اشعریوں کے معتمد علیہ اور مستند اماموں کی رائے یہی ہے۔ کہ اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ (مفتاح دار السعادۃ حصّہ اول صفحہ ۴۶)۔

فقہ حنفی کی مستند ترین کتابوں سے صاف ظاہر ہے کہ اہلسنّت کو تکفیر کی ممانعت کی گئی ہے بمثلاً ذیل کے اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

کسی مسلمان کی تکفیر نہ کی جائے۔ جب تک اس کے کلام کے کوئی اچھے معنی نہ لئے جا سکیں۔ (ردّ مختار)

اگر کسی مسئلے میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں۔ اور ایک احتمال نفیِ کفر کا۔ تو قاضی و مفتی کا فرض ہے۔ کہ اس احتمال کو اختیار کریں۔ جو نفیِ کفر کا ہو۔ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۱۴۶)۔

جب کسی مسئلے میں کئی وجوہ کفر کے ہوں۔ اور ایک وجہ عدم تکفیر کی ہو۔ تو مفتی پر واجب ہے۔ کہ وہ حسنِ ظن کی راہ سے

اسی وجہ کو اختیار کرے۔ جو تکفیر کی مانع ہے۔ (سل الحسام الہندی سید محمد عابدین صفحہ ۴۵)

ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اگرچہ وُہ بہت سی باتوں میں باطل ہی پر ہو۔ کیونکہ اقرار توحید الٰہی و تصدیق رسالت محمدیہ اور توجہ الی القبلہ کے بعد کوئی شخص ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ ان سے رُک جاؤ۔ اور انھیں کافر نہ کہو۔ (علم الکتاب میر درد دہلوی صفحہ ۷۵)

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی کتاب "منصب امامت" میں جہاں بعض سلاطین کو ان کے اعمال بد پر زجر و توبیخ کی ہے۔ وہاں یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ وہ لوگ ظاہری شعائر اسلامی۔ مثلاً نکاح۔ ختنہ۔ عیدین پر اظہار شکوہ۔ تجہیز و تکفین۔ نماز جنازہ وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوتے ہیں:-

> پس یہی دعوئے اسلام جو ظاہر طور پر ان کی زبانوں سے صادر ہوتا ہے۔ انھیں کفر صریح سے محفوظ رکھتا ہے۔ اگرچہ آخرت کے مواخذہ کے لئے مخفیہ کفر کافی ہے۔ لیکن ظاہری اسلام کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ان کے ساتھ دنیوی احکام میں مسلمانوں کا سا سلوک کیا جائے۔ اور معاملات کی حد تک انھیں بھی مسلمانوں ہی میں شمار کیا جائے۔

ابوالحسن اشعریؒ نے اپنی کتاب "مقالات الاسلامیین و اختلافات المصلّین" میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کیا ہے مثلاً شیعہ۔ خوارج۔ مرجئہ۔ معتزلہ وغیرہ۔ پھر ان فرقوں کے اندرونی گروہوں پر بھی بحث کی ہے۔ مثلاً شیعہ کے تین گروہ ہیں۔ غالیہ۔ رافضیہ۔ زیدیہ ان میں سے غالیہ کے پندرہ چھوٹے گروہ ہیں۔ رافضیہ کے چوبیس اور زیدیہ کے چھ۔ اسی طرح خوارج کے پندرہ چھوٹے گروہ ہیں۔ اشعری کے نزدیک یہ سب مسلمان ہیں۔ یہاں تک کہ وُہ غالیہ کو بھی خارج از اسلام قرار نہیں دیتے۔ حالانکہ وہ اپنے ایک سردار کو نبی کا رتبہ دیتے ہیں۔ اور بہت سی چیزوں کو جو قرآن میں حرام ہیں۔ حلال قرار دیتے ہیں۔ مثلاً بیانیہ کے لوگ ایک شخص بیان کو اور عبداللہ بن معاویہ کے پیرو اس کو اپنا خداوند پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ سب لوگ حضرت رسولِ کریمؐ کی نبوت اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے وُہ خارج از اسلام قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

غرض جہاں تک دیکھا جائے۔ کتاب اللہ۔ حدیث رسول اللہؐ۔ اور تصانیف ائمہ اہل سنت میں تکفیر اہل قبلہ کو قطعی طور پر ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ دین اسلام دنیا میں توحید و رسالت کا اقرار کرانے کے لئے آیا تھا۔ اس لئے نہیں آیا کہ اچھے خاصے توحید و رسالت کے اقراری انسانوں کو جو مسلمان ہیں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور مسلمان ہی رہنا چاہتے ہیں۔ زبردستی اسلام کے دائرے سے نکال باہر کرے۔ مسلمانوں کو دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر قرار دینے کا رجحان اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت نقصان رساں ثابت ہوا ہے اسکی وجہ سے مسلمان ایسے فرقوں میں تقسیم ہو گئے جو ایک دوسرے کو کافر کہنے لگے اور تکفیر مسلمین کے اس مہلک مشغلہ نے وحدتِ ملی کو ناقابل تلافی نقصان پہونچایا۔

دو قسم کا کفر:- ممکن ہے تکفیر کے بعض شوقین بزرگانِ اسلام کی بعض تحریروں سے ایسے اقوال نقل کریں۔ جن میں بعض مسائل پر

کفر کی مُہر لگائی گئی ہے۔ اس لئے میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ کفر کی دو قسمیں ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابنِ اثیر اپنی کتاب "نہایہ" میں لکھتے ہیں :-

> کفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کفر تو وہ ہے۔ جس میں خود دین کا انکار ہو۔ (یعنی توحید و رسالت کا)
> اور دُوسرا کفر وہ ہے۔ جس میں کسی فرع کا انکار ہو۔ احکام اسلامی فروع کا حکم رکھتے ہیں ان میں
> سے کسی کے انکار سے کوئی شخص دین سے خارج نہیں ہوتا۔

یہاں تک کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں قتال بھی شروع کر دیں۔ جو صریحاً دین و ملت کے مقاصد کے خلاف ہے تو قرآن بھی ان کو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ انھیں "طائفتان من المؤمنین" قرار دیتا ہے۔ اور حکم دیتا ہے۔ کہ اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ بھی پڑیں۔ تو ان میں صلح کرا دو۔ یعنی وہ آپس میں قتال کرنے کے بعد بھی مومن ہی رہتے ہیں۔ کافر نہیں ہو جاتے۔

علامہ ابنِ اثیر لکھتے ہیں۔ کہ علامہ ازہری سے کسی نے پوچھا۔ کہ آیا فلاں شخص فلاں قسم کی رائے ظاہر کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا۔ جواب ملا۔ کہ "ایسی رائے کفر ہے"۔ پوچھا گیا۔ کیا وہ شخص مسلمان رہا؟ آپ نے جواب دیا "بعض اوقات مسلمان بھی کفر کا مرتکب ہو جاتا ہے"۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمان کوئی کافرانہ عمل بھی کرے۔ تو اس کو عاصی۔ فاسق۔ گمراہ تو کہہ سکتے ہیں لیکن کافر نہیں کہہ سکتے۔ جس طرح اگر کسی کافر سے کوئی مومنانہ عمل سرزد ہو جائے۔ تو اس عمل کو تو مومنانہ کہہ سکتے ہیں لیکن وہ کافر محض اس عمل سے مومن و مسلم تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ مسلم اور کافر کے درمیان حدِ فاصل توحید و رسالت کا اقرار ہے۔

لہٰذا ہر شخص جو توحید و رسالت کا اقراری ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ باقی رہے اس کے اعمال۔ تو اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اگر شریعت اُن اعمال کو جرم سمجھے گی۔ تو اسے سزا دیگی۔ اور اگر وہ اعمال شریعت کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اسے عذاب دیگا۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے۔ کہ لَآ اِلٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کے ہر قائل کو مسلمان سمجھیں اور مسلمانوں کی تکفیر کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں۔

مصنفہ خواجہ عباد اللہ صاحب اختر۔ شہرستانی کی ملل و نحل کے بعد پہلی دفعہ یہ کتاب

مذاہبِ اسلامیہ لکھی گئی ہے، اور کئی لحاظ سے ان کتب سے بہتر ہے جو آج تک اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ ہر ایک مصنف نے جو کچھ لکھا اپنے مذہب کی حمایت اور دُوسرے مذاہب کی تردید کرتے ہوئے لکھا لیکن یہ کتاب فرقہ بندی سے بالاتر ہے اس میں علاوہ بیشمار مذاہب اسلامیہ کے تذکرہ کے جو آج تک بنے اور بگڑے بعض اہم مسائل پر بھی خالص قرآن حکیم کی آیات کے حوالہ سے بحث کی گئی ہے۔ قیمت پانچ روپے۔

ملنے کا پتہ: سکریٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ - ۲ - کلب روڈ - لاہور - (پاکستان)